بفضلِ توانا حافظِ زمین و زمان خداوند همه گیر مکان

سنه ۱۳۱۳ ھ

ریاض شمسی

اول

در مطبع عزیزی که مقبول جهان شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضداشت بخداوند خدایگان والاشان نیر سپہر برج کامگاری قافلہ سالار میدان جلادت حدیقہ گلشن بختیاری انجمن آرائے بارگاہ جلالت فلک اقبال مشتری خصال شمس اجلال فرخندہ مال آصف جاہ نظام الملک مظفر الممالک فتح جنگ میر محبوب علیخان بہادر فرمانروائے اقلیم دکن ادام اللہ ملکہ و سلطنتہ

گل گلشن بخت و باغ بہار — سر سرفرازان عالی [illegible]

قدمبوس ہمت ظفر ہمرکاب — نقیب اوسکی شوکت علم آفتاب

قمر محفل آرا فلک بارگاہ — کرم سلطنت اور انجم سپاہ

مشیر اوسکا اقبال و دولہ وزیر — خرد اوسکے ناظم عطارد دبیر

فلک اوج ہمت سے اوسکی خجل — بساط کرم سے زمین منفعل

...بال و جاہ و جلال | سلامت رہے تا صد و بست سال

سرافگندہ خامہ ہے تسلیم مین | مین میم مودب ہون تعظیم مین

پس از دست بستہ یہہ بیہودہ گو | بصد منت و عجز ہے عرض جو

کہ اے کوکب بخت و عشرت قرین | ہوا دام غم مین مین دربر زمین

بس اب سہتے سہتے ستم بیشمار | گیا دل سے ایک بخت صبر و قرار

جگر خون و خون آہ و آہ آنکہ کی | بہا لیگئے اشک سب روشنی

مین گیا خستہ حالی کرون اب رقم | طریق مصیبت شریک الم

دل ناتوان پر پڑا بار سنگ | ہوا قافیہ روزمرہ کا تنگ

زبونی بخت اور قلم سخت ہے | لو قسمت کا مصرع بھی دو لخت ہے

مگر شکر ہے بعد مدت دراز | با مداد طالع ہوا سرفراز

رسائی ہوی بر درِ احتشام | کہ مقبل ہین جس درکے ادنی غلام

یقین ہے کہ بے مقصد آئے مراد | کرے بخت تدبیر سے اتحاد

بس اے صاحب عقدہ مشکل کشا | سرافراز ہوجائے یہہ بینوا

پڑی لطف کی اس پہ اب اک نظر — کہ اوقات ناچین سے ہو بسر

ہوا جاتا ہے صبر بے تاب اب — کہ اب انتظاری مین ہون جان بلب

نہین بجز افلاس مین کوئی ساتھہ — وسیلہ بجز ذات رستم صفات

رہے سایۂ عاطفت مین غلام — دعاگو شہنشاہ کا ہر صبح و شام

اکہی رکہ اونکو بگنج و حشم — باقبال دولت بطبل و علم

حوادث زمانے سے بے بیم رہے — مظفر و منصور دایم رہے

گذارندہ عرضی براز رنج و شین
غمخوار دیرین شفقت حسین

مسدس در مدح خاقان عالی گہر سلطان بحر و بر مسند آرائی تاج دیہیم سلطان السلاطین شہنشاہ والاجاہ کیوان بارگاہ انجم سپاہ شاہ شاہان رستم فرمانروائی اقلیم دکن نظام الملک آصفجاہ میر محبوب علیخان مظفر الممالک فتح جنگ بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

اے فکرِ رسا ملکِ سخن خسروِ اقلیم
ہو قصرِ خیال میں بر آمد پئے تعظیم

خامہ ہو بصد عجز سر افگندہ تسلیم
مضمون میں تخصیص ہو تقریر میں تعمیم

ہو لفظ مرصع سے ادا اندر سخن کی
اب بزم میں آمد ہے شہنشاہِ دکن کی

یہ بزمِ خوشی غیرتِ جمشید بنے آج
ہر ساغرِ مل ساغرِ امید بنے آج

ہر زہرہ جبین صورتِ ناہید بنے آج
ہر بزم نشین مطلعِ خورشید بنے آج

ہر شمع رو اب روشنیِ طور ہو جل کر
تا سنگدل و سخت بنے موم پگھل کر

ہاں مسندِ عزت پہ ہو خورشید جہانتاب
دستورِ معظم ہو قمر دانشِ اعصاب

اور شیخ اکابر بنے برجیسِ ابوالالباب
بہرام سپہ دار ہو یل رستم و سہراب

سر تا بفلک رایتِ اقبال کھنچا ہو
حیرت میں ہر اک صورتِ تمثال کھڑا ہو

کر طبع رسا سیر گلستان جنان کی
حالت وہ دکہائے نہین شہنشاہ زبان کی

ہے کیچون تا شبیہ آج مین فردوس مکان کی
آصف کے بنی شکل سلیمان جہان کی

گذرا نہ خردمند کوئی پیر و جوان ہے
نادر کو ہے طبیع اپنا کرے سیف زبان ہے

اس فہم و فراست کا تو انسان نہین ملتا
مفلس نہین ملتا کوئی ذیشان نہین ملتا

انسان تو کجا ہے کوئی سلطان نہین ملتا
دہونڈو تو جز آصف کے سلیمان نہین ملتا

دم بندا سبہی پر ہے خردمند جہانکا
دانش سے لیا کام کمان تیر دنیانکا

اوس گلشن دانش کا یہ ذیشان شجر ہے
اوس منبع الاوصاف کا خاقان گہر ہے

اوس تخم نکو کاشت کا سلطان ثمر ہے
آصف کا یہ محبوب علی خان پسر ہے

ہان تخم و شجر سب مین ثمر ہی تو ہی ہے
پیارے ہین سبہی نور نظر ہی تو ہی ہے

یہ جان جہان فخر سلاطین ہی زمن مین
پتلی ہے اگر چشم مین تو روح ہے تن مین

طوبیٰ ہی گلستان مین تو شمشاد چمن مین
محمود اگر ہند مین محبوب دکن مین

یون ظلم و ستم ہو گیا معدوم ہٹک کر
جون خار الم پائے تصور سے کھٹک کر

اقبال کمر بستہ اسی در پہ رہا ہے
خورشید چتر بن کے اسی سر پہ رہا ہی
اجلال خداوندی اسی گھر پہ رہا ہی
اور سکہ جہان گیری اسی زر پہ رہا ہی

کیا شک و شبہہ اسمین کہ یہ ظلِ الٰہ ہی
اقبال پہرا اوس سے کہ جو اس سے پھرا ہی

ناصر ہے غریبون کا شہ افضل و اعلیٰ
بیوا و یتیمون کا یہی پالنے والا
مان باپ کسی کا ہی کسی چاند اُجالا
ہے جاہ و حشم اسکا سکندر سے دوبالا

قایم ہے امان اس سے خرابات جہان مین
آسایش و آرام مکین کو ہی مکان مین

خورشید جہان تاب ہے یہ شاہ دل افروز
ہے خیرگی اعدا کے لئے دوست کو نوروز
شعشعہ ہے کہین اور کہین برق جہانسوز
اسکے لئے مرہم ہی تو اوسکے لئے دلدوز

کیونکر نہ حسد ہو شہ خورشید لقا سے
جلتی ہے زبان شمع فروزان کی ضیا سے

ہے فہم و فراست مین شہنشاہ یگانہ
اور نکتہ باریک سے دانا ہو دوانا

حضرت کا سخن جلد سمجھتے نہین دانا
بال تو نہین تو شیشے مین اتر جائی سیانہ

تقریر پر افسون سے مطیع اہل زبان ہون
شوریدہ اگر پیر تو گردیدہ جوان ہون

گذرا نہ جوان ایسا سلاطین جہانین
چرچہ ہو شجاعت کا بہم پیر و جوانین

جبکا کہ تصور ہو ہر اک طبع روانین
کندہ ہو صفت دلمین ستایش ہو زبانپہ

وہ وصف پسندیدہ کہ دشمن ہین ثناگر
ملتے ہین تواضع پہ سر عجز جھکا کر

کسرے سے شہنشاہ کی عدالت کوئی پوچھے
عاقل سے شہنشاہ کی فراست کوئی پوچھے

حاتم سے شہنشاہ کی سخاوت کوئی پوچھے
ضیغم سے شہنشاہ کی شجاعت کوئی پوچھے

کامل ہے ہر اک فن مین استاد ہنر مین

جوہر کو پرکھ لیتے ہین بادیِ نظر مین

اخلاق مجسم ہے شہا منبع الاحسان
سلطان عرب مین ہی عجم مین یہہ ہے خاقان

یکتا ہے مروت مین تواضع مین ہی ذیشان
جنّات مین آصف ہی پرستان مین سلیمان

یہہ جاہ و حشم تو کوئی سلطان نہین دیکھا
آصف کے پس عہد سلیمان نہین دیکھا

جب صید کا عازم ہوا سلطانِ سرافراز
شاہین کا دم بند تہا گنجشک کا آواز

بحری نہ رہے بحر مین بر مین نہ رہا باز
بس مرغِ قفس روح تہے قالب سے کی پرواز

اژدر بن و در بند مین آ آگ رہی تہے
اور شیر بہی سایہ سے نکل بہاگ رہی تہے

گذرے کبہی شہ پرشہِ والا کی نظر سے
چہاتی پہ چڑہی اور نکل آئی جگر سے

جانبر ہو بندوق شرربار اثر سے
بندوق ادہر سے چلی اور جان ادہر سے

اس برق سے بید رد کو بہی درد ہوا ہے
پہر گرم ہوئی جب کبہی تن سرد ہوا ہے

ہان دستِ شہنشاہ ہین یہہ دو نالِ غضب ہے
ہر نال شرر بار ہے پُر پیچ و تعب ہے
یہہ لب بلبی دشمن کے لئے جان بلب ہے
بس صف شکن و شیر فگن اسکا لقب ہے

دو گھوڑے سے چڑھا کر جو یہہ چھاتی پہ چڑھی ہے
دشمن ہین نہین دم کے اجل سر پہ کھڑی ہے

جون رعد گرج جاتی ہی بجلی سے چمک کر
جنبش تو زمین کو ہوی صدمہ تو فلک پر
بے سر ہوا دشمن تو یہہ بندوق ہوی سر
بیجان ہوا شیر تو سلطان مظفر

دو ایک قدم پیچھے یہہ چلتی ہے قضا سے
بے لاگ ہے شست اسکی ہر اک چوک خطا سے

جو اسکی مقابل ہو تو بس جانکو کھو جائے
یہہ وہ ہے شرر آگ بنے باگ پہ ہو جائے
اس شکلِ اجل کو جو قضا دیکھ لے سو جائے
تصویر اگر موت کو دکھلاؤ تو رو جائے

دہشت سے ہے دلِ انس مین جن خوف و خطر مین
خورشید مین زردی ہی سیاہی ہی قمر مین

اک شیر نکل آیا کہین کان دبا کر
بس جان بچاتا وہ چلا آنکھ بچا کر

جب چار ہوئے چشم وہین شست ملا کر — اک ضرب لگائی اُسے بندوق جما کر

گھوڑا جو گرا گولی جگر چاٹ رہی تھی
اور رشتۂ انفاس قضا کاٹ رہی تھی

بندوق جو پھر آپ نے چھاتی پہ جمائی — اک شیر نیستان کو قضا گھیر کے لائی
اس آتش دو نال سے نے سر بھونکے کھائی — جان آپ نے لی خون تو گولی کو چٹائی

انسان کو سکتہ ہے ملایک پہ غشی ہے
۱۳۱۱ء
بدخواہ کو ندامت ہے بھی خواہ کو خوشی ہے

بازوئے شہنشاہ سے زبردست ہوئے زیر — ہان صید اسی سال مین چودہ مین ہوئے شیر
اے شمسی گستاخ نکر زیادہ الٹ پھیر — کہ ذات شہنشاہ کی توصیف سے ہے سیر

ہان حمد و ثنا اس سے زیادہ نہین درکار
کہ حق کا وہ طالب ہے خوشامد سے ہے بیزار

صد سال سلامت بکرامت رہے یہ ذات — با طبل و علم حشمت و شوکت رہے یہ ذات
با گنج و گہر افسر و دولت رہے یہ ذات — با عظمت و شان تا بہ قیامت رہے یہ ذات

خوشنما ہمیشہ ایسی خاک کا سرکش کے جبین پر
اور نام شہنشاہ کا کندہ ہو نگین پر

سلطانِ سلاطین ہو اور مالکِ اقلیم
زیبندۂ اورنگ ہو اور زینت دیہیم
پھر مرجعِ خلق اللہ ہو اور قابل تسلیم۔
فرِ حشمت و توقیر اور واجبِ تعظیم

سکہ چلے محبوب علی خانِ زمان کا۔
بس شاہِ دکن رشک ہو شاہانِ جہان کا

ہاں جاہ و حشم و افسر و لشکر ہو مہیا
اکلیل مع نگین خلعتِ پر زر ہو مہیا
ہو زیر نگین ملک مظفر ہو مہیا
گیتی کے لئے زینت و سرور ہو مہیا

بس مالکِ اقلیم ہو اور شاہ زمن کا
دنیا مین چلے سکہ شہنشاہِ دکن کا۔

قصیدہ در مدح حضرت خاقان زمان نوشیروان دوران سریر آرائے دیہیم تاج السلاطین آصف جاہ نظام الملک ثانی معانی مظفر الممالک فتح جنگ میر محبوب علیخان بہادر دام لا زال شمس اقبالہٗ طالعۃً و سیفہٗ ساطعۃً خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ

مسند آرای جهان گشت مرهم خاطر فگار — خستگان را مژده باشد که بهار آمد بهار

سرو قد فولاد تن آهن جگر فرخ نهاد — لرزه در میدان بیفتد که سوار آمد سوار

جوهر از مردانگی خیره شد سست و تیره گشت — خوان انجم از فلک بهر نثار آمد نثار

قصهٔ دریادلی هرگز نگنجد در قیاس — که از آن قطرهٔ دریا بی شمار آمد شمار

صولت مدحت چنان در خاطرم افتاده است — که مضامین صف کشیده چون قطار آمد قطار

بارک الله منبع الاحسان واخلاق کرم — ذات والا مرتبت جای هزار آمد هزار

مهر اخلاق صفاتت برگذشت از اوج شان — شهرهٔ آفاق تو در هر دیار آمد دیار

هیچ شک در دل ندارم که توی فریادرس — چون خروشم که ببین حاجت برآر آمد برار

کس شنود این حکایت بر پی دیدار تو — مثل سیماب بخاطر بی قرار آمد قرار

گر بگوشش جنگجو نعرهٔ رعد آسا رسد — پای بر سر تا بجانه اش فرار آمد فرار

یا الهی آن شه دیجاه درین عشرت کده — شادمان باشد بر و سال هزار آمد هزار

تیره بختی دست گیرد هر کسی خواه او است — مهر انور طالع او چون نهار آمد نهار

تسمیه این چه گفتار پریشان ست و نزل — لیک داری دهشنه شاید بکار آمد بکار

غزل

سراسر مکر ہی حسن اوس رخِ نیرنگ فن کا
یہی دلبر ہوا ہی پیشوا گمراہ بدفن کا

گئے عاقل ہزارون سامنے مجنون ہو آخر
یہ ادنی شعبدہ تہا اوس پری کے سحرِ چتونکا

عجائب عشق ہی گل خوبرو فایت کا کرین دعوی
کہ لالہ ہجر غم مین ہو کبودی رنگ سوسن کا

ادہر تو سخت جانی ہی ادہر ہے سنگدل جانان
اقل جگر بہی عالم سوز ہی ان سنگ و آہن کا

اجل بہی ہم ستم کش بدنصیبون سے گریزان ہے
لیا تہا سیف ہمین مارے ہوا ہی قتل دشمن کا

یہ کالے جعد عنبر کے اثر سنبل کا رکہتے ہین
نہین ہر گز اُترتا ہی چڑہا یہ زہر ناگن کا

کہان تہی بخت بہ کہ دشنہ ہاسی فنا ملتی
ہوا پامال یہ بدبخت اونکی نعل توسن کا

ہوئی ہین شمسیہ اب قشقہ کش کب مسلمان تہی
اجی کل تک تہے تہی اشلوک ہندو بت برہمن کا

غزل

جب سے عاشق ہو گیا ہون اوس رخِ ماہ تابکا
رشکِ خوبان جہان ہون وہ الم احباب کا

جام دی ساقی لبالب وہ مئے مل ناب کا
منکشف ہوتا نشہ مین حال بحر خواب کا

کس طرح نکلے مضامین اس پریشان بحر سے
سطح جس کے جال ہو اور ہو صفحہ آب کا

لاف الفت جسنے مارے پیلیا جام فنا
شیخ تو سب مر چکے اب کل سفر ہے شاب کا

یہ کہ طلسم حسن ہی بیمار اِس کا ہے جنون
تا بمحشر خاک یہ تہ ہیگا داخل باب کا

اشک رانی ہے مری گوہر فشانی دوستو
اندلوں انواں بنا ہوں جن بلاغت باب کا

مشک و تیری سے نہ ہوش آیا مریض عشق کو
ہیچ کیا جانے مسیحا غش ہے سنبل تاب کا

شنیہ حکمت شرع الفت بیان ہے بحر میں
یہ سخن تاج سخن ہے دُرِ زبان نایاب کا

غزل

سوز دل مرہم سے کرکہنی سے فروزاں ہو گیا
جب بجا کافور بجز نار جوشان ہو گیا

سوختہ دل کی تڑپ سے جب اٹھی ہی آہ دل
وہ دو شب میں خوف سے سورج بھی پنہاں ہو گیا

جب لکھی میں نے صفت کچھ زلف پیچانکی تری
باغ میں پھر رشک سے سنبل پریشان ہو گیا

کیا غضب ہے میں تیغ کا کل گہاٹ دل نہ چل سکے
کیسے بل کھاتے ہو جو دانان بھی نادان ہو گیا

آس میں بوسی کے عاشق تھا تمہارا جان لب
ہائے آخر آج پر حسرت و ارمان ہو گیا

ایسے اشکِ غم ہجرِ الم سے لائی چشم
دیکھ کر دریا جسے سر در گریبان ہو گیا

ابتو راہ عشق میں گگل کے بجہ حالت ہے مری
کہ مسافر گور کا دنیا کا مہمان ہو گیا

خطِ عارض نے تری چھپا نہ چھوڑا ابھر گیا
رزق موران لحد میں لاشہ بیجان ہو گیا

کیون جی شمسی چکھ چکے کیسے مزے ہین عشق کے
اچھلی ٹھوکر ہین اجل کا سر و سامان ہو گیا

غزل

بس مین بتون کے نیچے ہین ناز و ادا کے ہین
ہم تو اسیر بند ہین زلف دوتا کے ہین

الجھے ہوے جو زلف مین ماہ لقا کے ہین
حالے ہین ماہ کے نہین پانے قضا کے ہین

بے منت و طلب جو تم آئے شب وصال
ای جان من اثر یہ ہماری دعا کے ہین

بزم عدو مین جلتے ہین اٹھتا نہین قدم
دامن گرفتہ ہات میری التجا کے ہین

سرتا بپا وہ شوخ شرارت مین ہی بھرا
باتین غضب کے ہین تو جفائین بلا کی ہین

شوخی نگر بس اسے دل خانہ خراب جیب
پابند وہ صنم بڑے شرم و حیا کے ہین۔

گر تند خو وہ ظلم سرشت آپ ہون تو کیا
پابند ہم بھی تو رہ صبر و رضا کے ہین

کوتاہ کرو نہ دست تظلم کو میرے جان
عادی ستم جو سہنے کے خوگر جفا کے ہین

بے سر ہوے جو لاکہ تو مجروح صد ہزار
اوسکے تو ناخنو مین ہنر دلربا کے ہین

پیرو صحابہ کے و مقلد ہین آل کے
یہ خوبیان بس امت خیر الورا کے ہین

خاموش شمسی اپنے زبان کو لگام دے
یہ یاد رکھ کہ کوئی ہون بندے خدا کے ہین

غزل

ای ساقی نے بزم طرب ہون جہان طیب بہجان مسکین
اک مجھ پہ ہی غیظ و غضب ہے سبب دلدار بن

ہے شادمان ہر اک بشر سرسبز ہین نخل و شجر
اک مین ہون تفسیدہ جگر و لبشتہ رنج و محن

ہے فیض کا چشمہ روان سیراب ہین خورد و کلان
لیکن ہین اک ہون نیمجان جنگید لب تشنہ دہن

رکھتے ہین غیراب سیم و زر ہین مالکِ گنج و گہر
ہم پھر رہے ہین در بدر محتاج ہین اہل وطن

اردو پڑھی سردار ہی ہر کام مین ہشیار ہی
یان فارسی سبے کار ہی عربی تو ہی مشق کہن

جو لوگ ہین ذی عیز و جاہ قانون ہی دستگاہ
جن کی ہے کچھ حالت تباہ کیا جانتے ہین علم و فن

حالت لکھی ہے سر بسر ہے آپکے پیش نظر
ہے عرض جو بجہ لوصہ گر دیکھین یا سلطان دکن

غزل

واہ کیا طلعت دلکش ہے وساحر چتون
ناز و انداز ترالے ہین دو بالا جوبن

ابھی معمار فصاحت کا باندہ ہے مدفن
ناوک انداز ترے ہوویں جو چشم پر فن

قتل لاکھو نکو کیا تو نے و لاکھون کو اسیر
زلف و و تاتری مکار ہین آنکھین رہزن

دم گلگشت نظر گل سے ہوئی جو دو چار
تو طپا پہ نجون سے ادا سکے ہوئی نیلی سوسن

جسقدر رنجی مین آئی تیر سے سنناۓ ظالم — دن قیامت کے مرا ہاتھ ہے تیرا دامن

نوحہ گر موجِ تلاطم جوش زن بحرِ اشک — ماتم شمسےؔ مین بپا ہی بھبکاؤ شیون

غزل

کناری ہوتی جاتی ہے نجات آہستہ آہستہ — بھی جاتی ہے کشتی حیات آہستہ آہستہ

نفس لہرین لیا کرتی ہی بحر نور و ظلمت مین — دو دریا سے گذرتی ہے ثبات آہستہ آہستہ

یہ ملاح قضا سوئی فنا کہتی ہے کشتی کو — کہان رہبر لئے جاتا ہے سات آہستہ آہستہ

خوشی ہے عمر گھٹنے کی خبر اسکی نہین کچھ بھی — کہ ہمکو کھینچ لیتی ہے ممات آہستہ آہستہ

اٹھی کس مصیبت سے ہوا ہجرت کا دن آخر — کہ پھر سر پر چلی آتی ہے رات آہستہ آہستہ

جوانی ڈھل گئی شوخی مٹے پیری نے آگھیرا — ہمین اب لینے آئی ہے وفات آہستہ آہستہ

فنا کے دوش پر حسرت کا بھرا لا پیکر دیکھو — چلی جاتی ہے شمسےؔ کی برات آہستہ آہستہ

غزل

نعرہ جو کر دن آہ دل پر ستم سے نکل جائے — گیتی کو تزلزل ہو فلک پر ڈھل جائے

حسرتکا تقاضا ہے کہ لب گور ہو جلدے — امید کا کہنا ہے کہ بیمار سنبھل جائے

شعلہ ہے ہیو کا ہے سراپا وہ بت ناز
سایہ جو پڑے شمع پہ فانوس مین جلجاے

سمجہا ہین منا ہین وہ کرین اولٹی خوشامد
گلگشت مین گلشن کے مرادل جو بہل جاے

ای حور لقا دای پیری چہرۂ و گلفام
لیلے ترے مجنون کو اگر دیکہو لے چلجاے

کس دن کی دعا مانگو مین کس رات کو رؤن
دن حشر کا ہے رات قیامت کی جو ٹل جاے

اوس شوخ سے کہدو کہ دم نزع نہ آلے
اوس طلعت زیبا پہ کہین دل نہ بہسل جاے

تسنیم سے جو ہی شوریدہ سر و تیز طبیعت
سنکر یہ غزل غرق ندامت مین وہ گل جاے

غزل

کیا بتانِ خود غرض سے آشنائی کیجیے
درد دل کی خود غرض سے کیا دوائی کیجیے

ای دلِ ناداں نہ مانے کچہہ بہی تونے عقل کی
اب جنون مین آپ اپنے جگ ہسائی کیجیے

دلربا دلمین وہ دل دلبر مین دونون ہین رقیب
وصل کس سے ہو بھلا کس سے جدائی کیجیے

بستۂ زنجیر الفت ہون اسیر رنج و غم
سنگدل کے در پہ کیا خاک اب رسائی کیجیے

حسن دل آویز نے مجہکو کیا تیرا غلام
اب برائی کیجیے یا کچہہ بھلائی کیجیے

اقتدا اپنے باتین جوڑ کر کہتا ہی کیا
مسکرا کر اچہا اچہا بے وفائی کیجیے

تسنیمہ یون تو یہان ایک کام بہی چلتا نہین
ہان مگر کچہہ مسخری اور بیحیائی کیجیے

غزل

ٹپکتے ہین جو قطرے عرق کے گیسوے جانان سے
پھر دیکھو برستے ہین پیاپے ابر نیسان سے

چھپے ہین چاہ پر دیوانے ادہر آشوب دوران کے
عجب کیا جو نکل آئے نہ اب چاہ کنعان سے

شہید خنجر ابرو کو دفنا چشم مرقد مین
سر مو نشکے ہو پوچھ اپنے خون آلودہ دامان سے

نظر بند آنکھ مین رکھے دو کالونسے ڈراتے ہین
نکل جاؤن سمٹ کر جسم ابھی ہستی کی زندانی سے

ہوا کی دست و پائی سے بکھرتے ہین تری کاکل
پر کھچے دست لگے ہوتے ہین یہان زلف پریشانی سے

ہوا لے کفر و شر کا اب بھر گئے ہی کا لئے ہین
خدا پالا نہ ڈالے شمشے اوس بلے دین ایمانی سے

غزل

تغیر ہے رخ دلبر غم آتش نہانی سے
شمع رو بن گیا ظالم میری اخگر فشانی سے

کیا ہر چند سینہ مین شرار آہ دل مخفی
زراہ دید نکلی آہ صدمے لن ترانی سے

زیارت اوس مہ انجم کی سادہ ہو نکرتا دل
گھر مین رخ نگاری کو وہ نکلا انکسرانے سے

تمہاری خشت ہر شب کے بدلے کہے فلک
وہ گردان گردش ساغر سے مین فرو آسمانی سے

نہو گا ناتوان مجھ سا جہان مین اک دل بسمل
نہ چھیڑ کا خنجر تران تلے جانے کے گرانی سے

مجھ سے وہ جان بلب بھی کچھ بولے کیوں نہیں مرتے	پھرتے ہم سنا کر سے ہیں اپنی نغمت جانی سے
مرقع حسن کا ایسا ہوا ہی بحر میں زیبا	فخر ہے نقش نقش و رنگ ہم بہزاد و مانی سے
سنو شمسی بھلا اتنی تمھیں کیوں خودستائی ہی	خلل آیا ردی میں قافیہ کی تنگ دامانی سے

مسدس در بیان معراج خواجہ سرور دو عالم اشرف الانبیا فخر آدم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ اجمعین

ای خامۂ اعجاز کچھ اعجاز دکھا دے	اے منشئ الفاظ کوئی ساز سنا دے
ای لعبتِ مضمون کچھ انداز بتا دے	اے جوشش طبیعت مجھے ممتاز بنا دے

تقریر ہو فصاحت و نزاکت سے بھری ہو
سینہ میں اگر حور تو صورت میں پری ہو

کھینچ جائے وہ نقشہ کہ ہو مانی کو تحیر	ڈھل آئے وہ مضمون کہ ہو ہر دل کو تحیر
الفاظ میں معنی ہوں وہ معنی میں تقریر	ہو غیر کے پرتو سے طبیعت کو تنفر

جو کچھ کہ کہوں خاطرِ دلگیر سے نکلے
جانکاہ ہو دلسوز ہو تدبیر سے نکلے

مضمون ہے مرقع کہ ہو بہزاد بھی ششدر | گلدستۂ مضمون سے دل جان ہو معطر

ہر سطر میں ہو لچۂ زلف معنبر | ہر حرف درخشندہ ہو مثل مہِ انور

تقریر ہے جسے سنکے غشی پیر و جوان ہون
جیتے نہیں مگس ہو دہن تو سکتے مین مکان ہین

تحریر عبارت درِ معنے کی لڑی ہو | تقریر سلاست کی چھٹی پھولجھڑی ہو

تار سخن پیش نظر ایک گھڑی ہو | جب ہاتھ دعا کا اُٹھے تاثیر کھڑی ہو

اے دردِ سخن سوز ہو پتھر کے جگر مین
آنسو بھین دریا مین تو اخگر اڑین بر مین

اے فکرِ خیابان تو حضور مین ہو حاضر | ہر بار سخن تازہ گلون سے ہو معطر

ہر حرف سے مہکا جائے بوئے نافۂ اذفر | مستی مین لگین جھومنے شمشاد و صنوبر

وہ نخل لگا دے تو گلستان جہان مین
پھل جسکا مزا بخشے جسے باغ جنان مین

غواص خیال آب درِ شہوار دکھا دے | نیرنگ سخن ملکِ گہر بار بتا دے

اجناسِ سخن کا سرِ بازار لگا دے | سنجیدہ و عاقل کو خریدار بنا دے

حرفون کے صفین باندہ مضامین کے پہرے باندہ
الماس و گہر باندہ جو چکہہ باندہ کہری باندہ

واقفِ اسرارِ طبیعت ہین ہمہ جدت | نقطو نمین زرعایت ہو مضمر ہمہ شراکت
دل پہسلے بیان پر وہ زبان ہین ہمہ سلاست | بندش مین مرزشتی ہو عطا کردہ مہارت

تقریر کہ ہو اُس سے ہر اک فرد بشر ہو
سکتے مین خبر ہووے کسیکی نہ کسیکو

کیا حال ہے شمسی اجی کیا دل مین ٹہنی ہی | وصف نبی زبان سے ار ی یہہ سینہ زنی ہی
کیون جامے سے باہر ہوے یہہ کیا گفتنی ہے | از زور طبیعت یہہ تری سنج کنی ہی

پتا جو گہڑکتا ہے وہی جلد جہڑے گا
جب گل کہلے گل چین کا وہین ہاتہہ بڑیگا

حاجت نہین افشانکی کبہی زہرہ جبین کو | مشاطہ نہین چاہے کبہی روئے حسین کو
زربفت نہ درکار کبہی ساق سمین کو | پروانہ تجلی کی سلیمان کی نگین کو

پھول اُس کو نہین کہتے کہ مہکے نہ دکانسے
اظہار ہو خوشبو کا پھولا رے کی زبان سے

موصوف وہی ہے کہ صفت اُس سے ہو موصوف
موصوف کے افعال صفت سے رہین معطوف

عاشق اُسی کہتے ہین کہ الفت سے ہو مالوف
ورنہ یہ مثل سب ہین ہے مشہور و معروف

ہان بچے کو اپنے کبھی بھدا نہین کہتی
کون بھی دہی کو کبھی کھٹا نہین کہتی

توصیف کی جائے جو موصوف کے بررو
موصوف بخس اُس کا ہے اوصاف ہین بدبو

حصول خوشامد سے اُسے کرتے ہین خوشخو
اکثر یہ کہا کرتے ہین موصوف و صفت کو

اک تیر خطا لگتا ہے سوفار وہان سے
سنتا جو بلیغ آپ کو غیرون کی زبان سے

سنجیدہ مزاج ان کو نہین کہتے ہین عاقل
جو داد سخن چاہتے ہین بر سر محفل

اصرار کیا کرتے ہین بیجا جو مشاغل | مونھ دیکھے سو تعریف مذمت ہین ہر فعل

غفلت مین ہے جسے وصف سمجھتے ہین وہ نوم ہے

آپ اپنی مذمت کی حماقت یہ کیا کم ہے

انسان وہی ہے کہ سر عجز جھکائے | دلدار وہی کہ خودی خود سے بھلائے

اعلی وہ دماغ اوسمین تکبر نہ سمائے | کامل و سخن سنج کہ توصیف بجا ہے

حاجت نہین کہنے کی بھلا ہے یا برا ہے

پرکھیگا اوسے جوہری جو ہر جو کھرا ہے

جو عقل و شرافت ہی تکبر سے ہے مفقود | اس سے ہے عزازیل بھی ملعون و مردود

اس سے ہی تو خاک ہین شداد و نمرود | کی راہ نجات اسنے ہے فرعون پہ مسدود

برباد کیا تخت کیان کو بھلا اسنے

کیا کیا نکیا کام جہان مین برا اسنے

قربان اس ارشاد کے کی خوب نصیحت | آپ اپنی صفت کرتے ہین غیرونکی مذمت

کیون نہ کہوگے تو لگے کیسے سفاہت | گر لیا کہ جہاد وسکے [illegible] فقط

انگشت نما آپ ہی انگشت نما ہے
دکھلائے جو دیکھو تو کہو گے کہ عجب ہے

بس نقش مطالب کہو باتین نہ بناؤ
بھلاؤ نہ باتو مین محب ٹال نہ جاؤ
یہ حیلے حوالے کسی بچے کو سکھاؤ
وعدے کے مطابق وہی تقریر سناؤ

تقریر جسے سنکے غشی پیر و جوان ہون
حیرت مین مکین ہوون تو سکتے مین مکان ہو

دلچسپ عبارت تو بتاؤ کہ کہان ہے
تقریر دل آویز ہے نہ سحر بیان ہے
جو کچھ کہ یہان لکھا ہے وہ سب یہ عیان ہے
جو چاہین کہین آپ کہ پاس ایسی زبان ہے

باتین جو بناتے ہین وہ کام آتے ہین کمتر
بادل کہ گرجتا ہے برستا نہین اکثر

خوشتر یہ خیالات سے لڑتی ہے طبیعت
مطلب سے مضامین سے جھگڑتی ہے طبیعت
افکار مین بن بن کے بگڑتی ہے طبیعت
تب جال مین شہباز سے پڑتی ہے طبیعت

منزل ہے کڑی سو پہنچ سکے اس راہ مین قدم رکھ

ہان خوب سمجھکر سر قرطاس قلم رکھہ

ہان بحرِ طبیعت کہ ہی معراج سخن کی
صف بستہ گذر جای اب افواج سخن کی
اٹھ جائیے اسی بحر سے امواج سخن کی
بالائے فلک پھونچے صدا آج سخن کی
وہ چھیڑ ترانہ کہ ہو غلغل صلِ علے کا
سیار فلک آج ہے محبوبِ خدا کا

مغرب کے پہاڑون مین چھپا نیر اعظم
ہوتے ہین ملایک کے گروہ در پہ فراہم
ہنگامہ شیاطین کا ہوا درہم و برہم
بالائے فلک جاتے ہین مختار دو عالم
پردہ نہ رہا بیچ کا احمد و احد مین
پہونچا نہ نبی کوئی اس گرد کی حد مین

ایک چادرِ ظلمت مین جہان لپٹی تھی اوس آن
دانا تھے محو خواب تو بدخواب تھے نادان
اور دامن غفلت مین ہرک جسم تھا پنہان
جنات تھے بیدار نہ انسان تھے نہ حیوان
ظلمت مین اُجالا نہ قمر تھا نہ جلا تھی
منہ ڈھکتے تھے اوس شب کا فقط ماہ لقا بھی

کیا رات سہانی تھی کہ پھر پھر کے نہ آئی — اپنے سے یگانی تھی کہ پھر پھر کے نہ آئی

احمق یا دیوانی تھی کہ پھر پھر کے نہ آئی — واللہ وہ سیانی تھی کہ پھر پھر کے نہ آئی

رحمت کا وسیلہ تھی شفاعت کا سبب تھی

شب گشت اسی شب میں تھی سلطان عربی

عالم پہ جو ظلمت تھی وہ تھا پردہ اخفا — چھوٹا ہوا ابی جہل تو صدیق ہوا نیچا

عادل ہو عمر شرم میں عثمان ہو یکتا — فیاض علی ابن علی سید شہدا

ان صدق کہیں عدل کہیں شرم بٹی تھی

کیا نقد رقم محک مقدر میں پڑی تھی

جرأت میں لاثانی سخاوت میں تھی یکتا — ہمشکل ولایت میں شرافت میں تھی یکتا

سلطان دو عالم تھے پہ غربت میں تھی یکتا — بس چلنے پہ مظلوم شہادت میں تھے یکتا

بھوکے تھے پیاسے تھے گرفتار بلا تھے

امت کے شفیع اور تہ تیغ جفا تھے

ہر حرف شکایت نہ زبان پر کبھی آیا — گھر بار لٹا اور غم فرزند بھی کھایا

اف تک نکہا سر کو جو خنجر سے کٹایا | ہاں یہ تو کہا بخشش دو امت کو خدایا

اوسکی یہ رعایت نہ جسے پاس ادب ہے
ہم بغض و حسد سے کریں منسوب غضب ہے

عالم تو تھی تاریک پر افلاک تھے پر نور | ظلمت تھی گہری یاں تو وہاں نور تھا معمور
اک خانۂ نیرنگ میں دو رنگ تھی محصور | دنیا میں شب قدر تھی بالائے فلک نور

محبوب و محب شب میں وہاں عہد ملے تھے
بالائے فلک یاں مہ و خورشید ملے تھے

کیا قدرت خالق تھی کہ دن رات تھے اک جا | اللہ رے شکوہ مہر و مہ ساتھ تھے اک جا
کیا رعب تھا کہ نور وہ ظلمات تھے اک جا | تک غور کرو کہ نفی اثبات تھے اک جا

ملنے سے شب و روز کے دن ساٹھ گھٹے تھے
رویت سے مہ نو کے مہینے دو کٹے تھے

کیا حکمت غیوب تھے اور شان الٰہی | اک قطرۂ رحمت میں تھی غرقاب خدائی
اک دن تھا کہ اللہ نے پائی نہ مہائی | فخر دو عالم ہوئے اک رات وہ آگہی

اوس شب مین بلا وہ جو تھا وہ عین سبب تھا
رحمت تھی وہان شب مین جہان قہر غضب تھا

بیدار ہوئے خواب سے جب سرور عالم — اک نور دکھا فرش سے تا عرش معظم
انوار وہ اسرار جلوہ ریز تھے باہم — جبرئیل امین نے باادب عرض کی اوس دم

سرکار ہمین آج آپ کے آمد کی خبر ہے
حقا کہ تو محبوب کا منظور نظر ہے

مژدہ یہ سنا کر کے رسول دوسرا کو — پہنائی عبا نور کی خورشید لقا کو
پھر برق مجسم پہ بٹھایا جو شہا کو — غل تھا کہ لو فانی سے چلے دار بقا کو

محفل میں ملائک کے سواری تھی نبی کی
یہ شوکت و حشمت نہ سلیمان کو ملی تھی

انسان کی صورت تھی وہ حیوان کا پیکر — اشتر کی سی گردن تھی تو قامت میں تھا خچر
جون برق خرامان تھا جو پے پر سکے وہ شہپر — تکتی تھی ہوا اوسکو دم سرد بھر بھر کر

نسبت تھی اوسے برق سے نہ باد و شرر سے

آگے بڑھے رہنما تھا الٰہی کو اس لئے

اک ہیں جو اعجاز تو مرکب میں کرشمہ
یہ حجت خالق تو نبوت کا وہ شمہ

یہ بحر رسالت تو ہدایت کا وہ چشمہ
دعوت کی ادا اس سے بجا لایا وہ ذمہ

جو اک وہ مرکب سے عیاں جلوہ گری تھی
ظاہر تھا کہ قبضے میں سلیمان کے پری تھی

اس شوکت و حشمت سے چلی جب کہ سواری
اقصیٰ میں پکارا تھا کہ ہیں حجت باری

قُل تھا یہ حرم میں کہ چلی باد بہاری
سرچشمہ مذاہب کے ہوئے آج ہی جاری

خالق کے سوا تھا نہ بنا ارض و سما کا
اوس وقت بنا نور رسولِ دوسرا کا

واحد کا یہ سایہ ہے خلف فخر سلف ہے
قرآن ہے گواہ مصحفِ ناطق کا خلف ہے

موسیٰ کا یہ سرتاج ہے عیسیٰ کا شرف ہے
یہ ایک ہے آمد کی خبر چار طرف ہے

آدم سے تھے ابھی طین میں اور آپ نبی تھے
طرفہ کہ پسر تھا نہیں جب باپ نبی تھے

مسجود ملایک اگر انسان تھا تو یہہ تھا — جو شوکت و حشمت مین سلیمان تھا تو یہہ تھا
گر نوح کی کشتی کا نگہبان تھا تو یہہ تھا — یوسف کے اگر حسن مین پنہان تھا تو یہہ تھا

ہمسر ہین جو رتبۂ معراج بڑھا ہے
خاکی بھی بنا تو سر افلاک چڑھا ہے

گر حرف دوی شان الٰہی مین نہین ہے — اس سا بھی کوئی سارے خدائی مین نہین ہے
واحد سے تھے کہ دو وصل و جدائی مین نہین ہے — مذکور یہہ داؤد و نسائی مین نہین ہے

برسونکی عبادت مین فقط ایک ہوے تھے
یان رات مین مرکز و محیط ایک ہوے تھے

وان خالق کونین یہان سید لولاک — وان پانچ الوالعزم یہان پنجتن پاک
وان چار مقرب تو یہان صاحب ادراک — محکوم وہ خالق کے اطاعت مین ہین یہہ چالاک

کیا فرق بجز میم ہے احمد و احد مین
یہہ میم ہے تسلیم ہے احمد و احد ہین

اقصیٰ مین جو پہونچا وہ شہنشاہ سر افراز — روحون نے کیا آنکے اکرام و اعزاز

پھر جانب افلاک جو رفرف نے کی پرواز
تھا ہر تھا کہ گنجشک لیے جاتی ہے شہباز

ہمت نے وہاں دامن لولاک پکڑ لی
جبریل نے بھی خوف سے فتراک پکڑ لی

ہر گام پہ سبقت تھی اسے پیک صبا سے
وہ تیز اڑا جاتا تھا شدید دعا سے

تند بیحد بڑھا رہتا تھا وہ سرد ہوا سے
ہر اوج میں بالا رہا وہ فضل خدا سے

شدیز کہیں برق کہیں اور کہیں باد
ہر جا نیا رنگ بدلتا تھا پریزاد

وہ خاک سے گذرا پہ اسی گرد نہ پوہنچی
وہ آب سے گذرا پہ اسے بر ونہ پوہنچی

وہ باد سے گذرا پہ ہوا سرد نہ پوہنچی
وہ نار سے گذرا اسے لو زرد نہ پوہنچی

راکب جو جہانمیں شہ ابداع ہوا تھا
ہر کرہ میں مرکب سر انواع ہوا تھا

کیا حکم لگاؤں کہ وہ ہیں اذن سے خالی
پوہنچے نہ وہاں اسپ تصور و خیالی

ہر دو ہیں مقابل ہیں ضروری کے مثالی
راکب جو جلالی ہے تو مرکب ہے جمالی

کیا کسب کرے فکر وہ سیار فلک سے
حالانکہ بجا ہوش نہیں جن و ملک کے

حیران ہوں کہوں کیا کہ نہ تشبیہ نہ تطبیق
نہ صاحب احکام ہوں نہ منکر تصدیق
سرگرم حقیقت میں ہوں ہوتی نہیں تحقیق
اتنا تو کھلا بعد بہت غور و تعمیق

عالم جو محدث ہے وہ صنعت ہی خدا کی
معراج ہے تصدیق رسول دوسرا کی

مدرک نہیں ادراک میں وہ حضرت اوصاف
محسوس مگر صورت آئینۂ شفاف
منقول میں مبہم ہے تمیز اوسکی نہیں صاف
مدرک نہیں معقول کہ اسکو کرے اصناف

یعنی میں ہے معقول کہ معراج نبی میں ہے
سکان سموات کا یاں ذہن غبی ہے

کیا نفس مجرد کرے تکمیل قصور
کیا خاک کرے ذہن یہاں صدق تصور
کیا نسبت سکین و کیا قطع و تناظر
حسرت رہی حکما کو محقق کو تحیر

وحدت میں نہ باقی تھی حصولی و حضوری

ہان رات مین اگ ہو گئی کسبی صدری

کیا فکر رسا کر سکے مجہول کی تحصیل
جب اہل نظر سے نہ کی معروف کی تکمیل
تسکین مبصر کو نہ معقول کو تفضیل
جب غور سے دیکھا تو ترادف ہے نہ تفصیل
ہان غور مکان پر کہ مکین ہے یا نہین ہے
الّا کے سوا اور ان نہ مکان ہے نہ مکین ہے

کیا نقل مطالب مین کرے ذہن مبادی
مافوق تعقل ہین اوامر و نواہی
موضوع نہ محمول نہ جزئی نہ مساوی
امکان بشر پائے کب اسرار الٰہی
مانا یہ کہ خورشید سے پر نور قمر ہے
کیون مہر منور ہے یہ کچھ اسکی بھی خبر ہے

ہان حضرتِ منطق کہو قانون کہان لے
دکھلاؤ تو معقول کے حیلے و حوالے
مشفق نہین کام اسے یہان پر یہ رسالے
آئینۂ خاطر سے کدورت جو نکالے
تصحیح کرے خاک کہ وہ آپ غلط ہے
بطا کسکو مدد دیگی کہ طوفان مین ہی بط ہے

جب امر بغیر تتنا ہی ہے مسلسل
کیا جو ہر ذاتی کرے جوہر سے مکلل
کیا لفظ مولف ہو موشح و مدلل
منطق نہ لکھے جسکو مشرح و مفصل
جو دور و تسلسل ہے وہ کیا نقل نہین ہے
منطق مین مگر نام کو بھی عقل نہین ہے

اجزائی کثیرہ کو جو منطق نے دی ترتیب
تقریب مرام اس کو کہا اور اسے تہذیب
دعوی یہ کیا تھا کہ صحیح اسکی ہے ترکیب
یاں شب مین ہوئی طالب و مطلوب مین تقریب
معلوم و معارض تو نہ خاک پڑے تھے
اب موںھ نہین آتے تھے بہت موںھ جو چڑہے تھے

منطق سے عداوت کا جو پیمانہ تھا لبریز
حملہ تہا مضامین کا طبیعت کی تھی مہمیز
معقول یہ چلتا تھا براہین کا شبدیز
یہ دیکھکے منطق نے بھی کی سیف سنان تیز
نعرہ یہ کیا عرصۂ حجت مین کہ خاموش
کیا مغز خراشی ہے او احسان فراموش

الجھسا بھی جہاں مین نہ ملیگا کوئی بے پیر
جو محسن و مشفق کو ہی کھینچے نہ شمشیر

مین نے جو سکھای تجھے تالیف و تقریر | تصدیقون کے امثال تصور کے تصاویر

ہین نے تو بھلائی کی و لے تو نے دغا کی
ہان سخت خطا کی جو کہ محسن پہ جفا کی۔

خالق کو کہا ہین نے بھی ستار و غفار | تسلیم کرا نبوت کی جناب شہ ابرار
وہ مظہر فیوض دو عالم کا ہے مختار | مردود و ملحد ہے جو اس سے کرے انکار

کیا حد مین ہین سب کچھ یہ لکھا صاف نہین ہے
مشکل یہ کہ تم لوگون مین انصاف نہین ہے

ہان ممکن و واجب مین کیا کس نے ہے تفریق | اور کس نے دیا مظہر اعجاز سے تطبیق۔
کس حجت قاطع سے ہے معراجکی تصدیق | کس چیز نے کی مذہب اسلام کی تحقیق

منطق کو جو کہتے ہین رہ راست سے بھٹکی
عقل اُن کو چھوی اور نہ کبھی پاس پھٹکی

گو جمع وہان پر تھے مخالف کے صدہا جوق | تقریر منافق کی ہی کرتے تھے بصد شوق
وہ کون تھا تسلیم کا پہنایا انہین طوق | کس نے کہا امکان بشر سے یہ ہے مافوق

علامہ کسی سے بھی وہ کب بند ہوئے تھے
ہان جہر تعقل سے تو لب بند ہوئے تھے

ثابت قدم اُس جا پہ رہا پائے تعقل — الحاد کا تھا شور عقاید مین تزلزل
عابد کو تنزل تھا عبادت مین تساہل۔ — صف آرا منافق تھے بشوکت و تجمل

اُس عہد پر آشوب مین حملہ تھا عجم کا
تائید خدا کی تھی و منطق کا قلم تھا

وان سیف زبانی تھی یہان رطب لسانی — وان جان فشانی تھی یہان عذب بیانی
وان بغض نہانی تھا یہان لطف سبحانی — ظاہر مین وہ فانی تھے تقیہ غرق معانی

معقول کی عزت فقط اس سے ہی بڑھی تھی
مذہب کی سپر ہو کے وہ لاکھون سے لڑی ہے

گر آپ کو شک ہے جو کہ منطق نے کی تالیف — منطق کو اٹھا دیکھئے تھوڑی سی ہے تکلیف
تحریر بوسحاق کی حنفیین کی تصنیف — ان لوگون نے منطق کی تہ دل سے کی توصیف

یون لکھتے ہین وہ سب کے منطق کا حوالہ

منطق کے دلایل سے ہی بگڑونکو سنبھالا

منطق نے کی اسلام کی ہر وقت حمایت　　امداد محقق کی علما کی نیابت
ہمچشمونکی باتین سنی چھوڑی نہ صحبت　　آخر یہ کہ کی ترک قدما کی رفاقت

جنکے لئے رفقا سے کیا ہمنے کنارہ
وہ سیف زبان دل کے لئے دیتے ہین دوبارہ

کافر کوئی کہتا ہے کوئی کافر مطلق　　باطل کوئی کہتا ہے وہ ملحد کوئی ناحق
بے پیر کوئی کہتا ہے کوئی مرے مشفق　　وہ سیف زبانی کہ دل تیغ و سنان شق

سہوا ابھی ہوا کوئی جو منطق کا خریدار
تو رسوا اسے کرتے ہین ملا سر بازار

عاقل ہو تو پہنچو نہ عداوت کی کبھی سیف　　جاہل ہی سہی آپکا خادم ہے بہرکیف
ترجیح بہرکیف ہی سہوا کو علی الصیف　　جو دوست و دشمن کو نہ بھیجی گئی تصنیف

محسن جو ہوا اپنا برا اس کو کہین کیسے
اچھا جسے کہتے ہین برا پھر نہین کہتے

بچہ شمسی جاہل نے بچپن پائی ہے تعلیم
نہ فصل کو سمجھا ہے نہ مشہور و تسلیم
نہ جنس کی تحقیق کی نہ نوع کی ترمیم
نہ مطلق و ناطق میں کی کچھ فکر و تفہیم

بیٹھے ہیں وہ منطق کے ورق چاٹ کے استاد
اطفال معارض نہیں فریاد ہے فریاد

دیکھے نہ صدف لیک گہر زادنے ہیں
خود دام الم میں وہ صیاد بنے ہیں
تیشہ نہ لیا ہاتھ میں فرہاد بنے ہیں
آتا تو نہیں کچھ مگر استاد بنے ہیں

شمشیر زنی دیکھی نہ چھوٹی کبھی تکبیر
قبضہ میں نہیں قبضہ مگر نام جہانگیر

خاموش بس ای رہبر پیران ریاکار
کلمات مزخرف یہ نہیں تجھکو سزاوار
کیا نیش زنی ہے یہ خبردار خبردار
پھر رطب لسان فاعتبروا یا اولی الابصار

اے پیر مزخرف رہ کج فہم و مدہوش
بکتا ہے بچے طفلک واحسان فراموش

وہ بچہ ہوں ایسے دیکھ کے دانا ہو دیوانہ
ہو تیر نظر کا دل دلدار نشانہ

باتو نہیں لبھاؤں میں دلِ احمق وو انا | ہنس ہنس کے گزشتہ ہیں اتارو نہیں سینا

بے ہوش سبھی پر خلف مظہرِ حق ہے
بچہ تو ہے بڈھوں کو مگر اوس سے قلق ہے

ہر محفل و مجلس میں جو ہی صاحبِ اعزاز | اپنے و بیگانے کو کیا جسنے سرافراز
حیرت کہ مدد دیوے تری طبعِ ناساز | کیا صدق شعاری ہے بھی ای پیرِ دغل باز

خواہانِ مدد تو ترا استاد ہوا ہے
اسلام کہیں طالبِ امداد ہوا ہے

جب سرحدِ اسلام میں پونچا قدمِ شوم | دہری کی بن آئی و ملاحد کی ہوئی دہوم
ظاہر میں وہ تھے موحدِ اسلام سی موسوم | در پردہ یہ کوشش تھے کہ اسلام ہو معدوم

ہنس ہنس کے اڑاتے تھے وہ اور پوچھتے رو کے
اسلام کے پیچھے تھے پڑے ہاتھ وہ دہو کے

جب راسخ الایمان اٹھے باغِ جہان سے | مرجھانے لگا گلشن تو جبرِ خزان سے
جو نخل تھے نو خیز کٹے سیفِ زبان سے | کملا گئے سب غنچہ و گل سحرِ بیان سے

کعبہ مین کھنچا قشقہ تکفیر جبین پر
کندہ کیا الحاد کو ہستی کے نگین پر

اسلام نے دیکھا کہ یہ ہین دشمن سفاک
ہے چار طرف دور حریفان تہ افلاک
میرے جو معاون تھے وہ ہین خاک تہ خاک
جو ضرب حکومت مین تھے وہ ہو گئے بیباک

ناچار رکھی پیش نظر رزم و عجم کی
شمشیر رگِ حجت قاطع بھی علم کی

آلایشِ منطق سے مسائل کو کیا پاک
ہر شخص لگا کہنے کہ یہ کون ہے سفاک
اب شکل دکھی پردہ مبہم جو ہوا چاک
جو غور سے دیکھا تو وہ مشفق ہین بڑی [illegible]

دنیا مین تو اس سا کوئی آزاد نہ ہو گا
یہ مکر تو ابلیس کو بھی یاد نہ ہو گا۔

پیرایۂ الفت مین خصومت کی غضب ہے
کیا کچھ خلل انداز شرارت کی غضب ہے
در پردہ وہ جو آقا سے عداوت کی غضب ہے
ناحق کہ جو توہین و حقارت کی غضب ہے

گر فضل خدا شامل ہر کام نہ ہوتا

اسلام کا دنیا مین سرانجام نہ ہونا

اس پیر ریاکار سے اللہ پناہ دے
اس ظالم و غدار سے اللہ پناہ دے

اس رہبر مکار سے اللہ پناہ دے
اس مرتد و غدار سے اللہ پناہ دے

اللہ نہ دکھائے کہ ہے لنّاس کی صورت
بھکا یا ذوی الفہم کو خنّاس کی صورت

محجوب ہوا پردہ حاجب جو ہوا دور
اب آنکھ کھلی جاتا رہا آنکھ سے جب نور

کروٹ لی جراحت کے ہوا جب کہ بدن چور
اب ہوش مین آئے کہ بنا زخم کا ناسور

جب سہم تکلم نے کیا چھلنی بدن کو
اب نزع مین پونچے ہین کہیں شعر سخن کو

متعارض و لائل ہین تو پارینہ ہین اوراق
اور قالب مضمون کی طاقت بھی ہوئی طاق

منطق سے بچھڑتے ہین سلیھی وہ دست و شفاق
کہ ٹوٹ گیا طلسم یونان و اشراق

ہے پاس کہ دفن ہین بھٹکے نظم و نسق کے
باطل جو ہین منسوب ہین اور اوج ہین حق کے

جو بندۂ احسان تھے سو وہ ہو گئی مجنون — آوارہ ہی اسحاق تو دیوانہ ہے مامون
آزاد ہوے دام وددمین جو تھے مرہون — مجمع تھا پراگندہ ہوا صورتِ مجنون

یاور ہے کوئی اور نہ کوئی پشت پناہ ہے
جس گھر سے بنا علم عمل کی تھی تباہ ہے

ہے یہ یاس ہے منطق کو کہ چہرہ ہی ہوا زرد — ہاتھون سے جگر تھام کے روتا ہی وہ ہی درد
اور سو فلک دیکھ کے بھرتا ہے دمِ سرد — وہ ہین کہ نالان ہین پس پردہ زن و مرد

جو تخم کہ بوئیگا وہی پائے گا ہر بار
جو بات کہ حق ہے وہ ہے خاطر پہ گران بار

ہم سمجھے کہ مفعول کوئی دم کا ہے مہمان — تجہیز و تکفین کا مہیا کرو سامان
مامون و معقول دو قالب ہین تو اک جان — مامون کا اُدھر دم چلا اور اس کی اُدھر جان

اسکا جو یہ پالا ہے تو اوس کا وہ نوازا
نکلیگا پس و پیش ہی دونون کا جنازا

لیکن یہ تو زندہ ہے مگر یار کو مارا — اس کافرِ مطلق نے تو دیندار کو مارا

اس پیر نے تو صاحب تلوار کو مارا
اب بانیٔ شر سنتے شہ ابرار کو مارا

مامون ہو نہ تخت ہے نہ تاج و علم ہے
اسلام میں موجود ابھی شوم قدم ہے

حالت یہ سنی تو نے بھی اے پیر دغل باز
اسلام کا انجام و الحاد کا آغاز
کنجشک سو کنجشک ہے شہباز سو شہباز
خالق نے کیا پست کسی کسکو سرافراز

جاتی ہے صدا کوس ظفر کسکے کتی کوس
وہ کون ہے ملتا جو ہے ہر دم کف افسوس

ہر طعن سنان سی کھلا منطق کا ہر اک بند
بے غیظ و غضب دیکھ کی منطق کا تھا دم بند
اب عرصۂ حجت میں نہ جدول تھا نہ دربند
چھپتے تھے پس پشت سپر سیف سرافگن

حالت تھی دگرگون مگر اپنی کو سنبھالا
اس پیر نے پھر پیٹ میں پاؤں نکالا

بہ تلخ زبان مجھ سے کہا باتیں او بے پیر
خواہی و نخواہی جو تو ہوتا ہے گلو گیر
کیا میری خطا ہی وہ ہوی کونسی تقصیر
کب میں نے ملاحدے سے کی تحریک و تحریر

حامی مذہب کیا صاحب ایمان نہین تھے
مامون و اسحاق مسلمان نہین تھے

بے پر کے اڑانیکی یہ عادت پڑی کب سے
دو باتین بڑہانے کی یہ عادت پڑی کب سے
لوگون کو چڑہانے کی یہ عادت پڑی کب سے
آپس مین لڑانی کی یہ عادت پڑی کب سے

کیا فتنہ طبیعت ہی شر انگیز و شرر بار
باتون مین لڑا دیتی ہی دونون کو ہر بار

ای طفل جفا کار ذرا خوف خدا کر
ای جابر و مکار ذرا خوف خدا کر
ای گل دل آزار ذرا خوف خدا کر
ای ظالم و غدار ذرا خوف خدا کر

انسان جو بے شر ہو وہی نیک ہی مشفق
لاکھون مین کرورون مین وہی ایک ہے مشفق

گر عہد گذشتہ کی یہ کرتے ہو شکایت
منطق کو نہ اسلام سے کچھ بھی تھی خصومت
معقولا کے پردے مین سب انکی تھی شرارت
جن لوگون کو اسلام سے قلبی تھی عداوت

سمجھے نہ عبارت گو کہ وہ اہل زبان تھے

تھا سچ میں کیا غور وہ لازم میں نہاں تھے

مشغول و متمتی تھی بہم دست و گریبان
طرفین سے کوشش تھی کوئی ایک ہو یکجان
کٹتا تھا سخن سیف بلاغت سے ہر اک آن
ہر طعن سنان کرتی تھی سینوں کو پریشان
شمشیرِ رگِ حجتِ قاطع جو علم تھی
بس صورتِ حجت جو وہاں پونچی قلم تھی

وہ سیف زبان کرتے تھے ہر پہلو پہ حملا
پیکانِ تکلم کا برس جاتا تھا جھلا
جب کہیت سخن پڑتے تھے ہو جاتا تھا گھلا
مشغول حرم میں تھے وہ بس کلہ بکلاب کلا
ہر اک کو یہ فکر کہ اس کو کرے مغلوب
تھا زمیں ہوں چار میں یہ سب ہیں ہم محجوب

دوران تقریر میں پلٹ جاتے تھے شبدیز
حجت کی کھنچی باگ الٹ جاتے تھے شبدیز
جب طعن کیا بڑھ کے تو ہٹ جاتے تھے شبدیز
چل جاتی تھی جب سیف تو کٹ جاتے تھے شبدیز
وہ سیف زبانی کہ ہوئی اس پہ سنا صاف
بے سر تھے پڑے حرفوں کے مضموں کی صفیں صاف

تھم تھم کے لپٹ جاتے تھے خونریز خیالات
رک رک کے جھپٹ جاتے تھی خونریز خیالات
رہ رہ کے جھپٹ جاتے تھی خونریز خیالات
دم لے لے کے ہٹ جاتے تھی خونریز خیالات

پھنچے جو نکالے ہوئے دو سانپ لئے تھے
یہ خوف ہوا سب کو کہ موںھ ڈھانپ لئے تھے

لڑتے تھے منستان سخن مین کھڑے دو شمشیر
اس عزم و بالجزم سے ہوتی تھی الٹ پھیر
ہر پنجہ زبردست پلٹ کر کے بنا زیر
دندان مشدد سے پس و پیش لگی ڈھیر

وہ ضرب چلی کہ نفی اثبات کٹے تھے
بے سر تھے سخن نقش مضامین کے بٹے تھے

چہرے تھے ظاہر غضب و غیظ کی آثار
تکتے تھے وہ موںھ کو نظر تیز سے ہر بار
ناگاہ یہ ہوا غل کہ خبردار خبردار
بالائے فلک پہونچ گئے احمد مختار

دیکھو تو کہ خورشید مقامِ قمر آیا
حیرت یہ ہوی رات تھی پر دن نظر آیا

فرزند پدر سے ملا اور نور بصر سے
دلبند ملا سینے سے اور لخت جگر سے

وہ صادق الاخبار ملا پیک اجل سے | آدم ہیں نخل گریشہ جن و بشر ہے

یہ نور نظر راحت جان فخر سلف ہے
آدم کا ہے سرتاج تو حوا کا شرف ہے

دو باب تھے آدم کے چپ و راست نمودار | جاتے تھے سعید ایک سے اور ایک سے بدکار
رہ ایک کی جاتی تھی در جنت گلزار | اور ایک سے کارون کو لے جاتی تھی فی النار

دنیا میں جو پوچھو تو مہلت ہے اجل کی
پوری جو ہوئی یہ تو ہے پاداش عمل کی

جو چاہے کرو چند نفس کی ہی مہلت | نیکی یا بدی ظلم و ستم خلق و مروت
خاطر و مدارات عداوت و خصومت | یا زجر و اہانت و تکبر یا اعانت

آخر یہ عمل سات ہے اچھا یا برا ہو
دینا ترے پاس ہی کھوٹا یا کھرا ہو

یہ دہر پر آشوب رہ رنج و محن ہے | ہر نخل خزاں دیدہ ہی وہ خشک چمن ہے
جو قامت نوخیز ہے وہ پیر کہن ہے | قصر اس کا اگر گور تو ملبوس کفن ہے

جو طبل و علم رکھتے تھے بے نام و نشان ہیں
احباب جو کل بستے تھے وہ آج کہاں ہیں

یہ حرباصفت رنگ بدلتا ہے ہر اک آن
ہوتی تھی جہاں بزم طرب وہ ہیں سنسان

کھنڈر پڑے ہیں وہ جہاں بستے تھے انسان
جو زینت عالم تھے مکان اب وہ ہیں ویران

اڑتی ہے وہاں خاک جہاں طبل و علم تھا
مسکن ہیں درندوں کے جہاں جاہ و حشم تھا

محصور نفس جب کہ ہوا دار فنا میں
خواہش کا تقاضا ہے کہ رہ فکر غنا میں

ممزوج عناصر قفس ارض و سما میں
تاکید اجل کی کہ تو ہے دست قضا میں

خواہش کی یہ ترغیب ہے کر فکر تو زر کی
کہتی ہے قضا آ کے پناہ مانگیو کس کی

کیا قدرت خالق کا عجائب ہے تماشا
غافل تو جہاں تو ہے چند نفس کا

ہر شخص کو دیتی ہے صدا موت ادھر آ
جو آج گھر والے ہیں وہ کل گور میں ہو گا

آخر جو اقارب ہیں وہی مٹی کریں گے

جب جبین پر پڑیگا تجھے مٹی مین دہرینگے

یہ دہر پر آشوب ہے مکار ہے غدار
پالے جو پڑا اسکے نہ جانبر ہوا زنہار

دنیا ہے نیا داغ یہ دلسوز دل آزار
ظاہر مین تو محبوب ہے باطن مین ہے خونخوار

خطرہ ہے اوسے جانکا جو عاشق زر ہے
دشمن ہون ترے لاکھ یہ وہ بانئ شر ہے

جو طالب زر ہین نہین ملتا انہین آرام
روتا ہے تو پیسے کا وہ دولت کا ہے کہرام

جن طمع و ہوس کا چڑہا رہتا ہے سحر شام
دنیا سے غرض انکو ہے عقبیٰ سے نہین کام

کوڑی اگر آرام لو دیدیتے ہین چمڑی
چمڑی تو چلی جائے کہین جائے نہ دمڑی

جو طالب زر ہین وہ ہین بے ننگ فنا موس
رگ رگ مین بہری حرص ہوا صورت منحوس

زندان غم و رنج و محن مین وہ ہین محبوس
ہر تار قبا دام ہوس زینت ملبوس

جب آئی اجل دولت و دنیا یہ ہے سب ہیچ
دستار فضیلت کا ہر اک پیچ ہے پر پیچ

رفتار زمانے پہ کریں آپ ذرا غور
اسکے ہیں نئے رنگ نئے ڈھنگ نئے طور

یکساں نہیں رہتا ہے زمانیکا سدا دور
کل کچھ تھا تو کچھ آج ہے کل ہوویگا کچھ اور

ڈھونڈو وہ جو قدیموں ہیں سے اب کوئی نہ ہونگے
وہ آج نہیں ہیں چلو کل ہم بھی نہ ہونگے

کرتا ہے سفر یاں سے یکے بعد دیگر
روتا ہی کوئی خون کہیں تھا کہیں ہے سر

مرتا ہے پدر کل تو پسر آج برادر
کس طرح سے ہو خوف ہیں ہم اللہ اکبر

مرتا ہی مرے حرص و ہوا کم نہیں کرتی
لمحے سے زیادہ کبھی ہم غم نہیں کرتے

ہم کرتے ہیں مرنے کا جوان مرگ کے ماتم
سامان اجل اپنا بھی ہوتا ہے فراہم

اتنا بھی سمجھتے نہیں وہ آج تو کل ہم
ہمدم جو چلے آج نکل جائے گا کل دم

کچھ خوف و خطر موت سے واللہ نہیں کرتے
ہم دست طمع کو کبھی کوتاہ نہیں کرتے

آتی ہے صدا گور سے تو تخت نشین ہے
کتنی ہے تمنا کہ سر تاج و نگین ہے

حسرت کا بیان ہی کہ وہ اب زیر زمین ہی ۔ کہتی ہے قضا ہان تھا مگر اب تو نہین ہے

حاکم جو قضا کے تھے وہ ہین پلٹے قضا کے
بگڑی ہوئی صورت ہی طپانچون سے فنا کے

ہنستی مین جو آئی تو ہوے چاند اجالا ۔ تھے تو نظر باپ کے اور ماں کا نظارا
کھا کھا کے بلی لال یہ سونے کا نوالا ۔ بیچین ہوئے یہ تو ہوا گھر تہ و بالا

ہان آنکھین بچھاتی تھی جو چلتے تھے اکڑ کے
اب گور مین لائی ہے انھین موت پکڑ کے

کرتی تھی دعا ماں یہ شب تسمیہ خوانی ۔ سرسبز مرے لال کا ہو باغ جوانی
اک چاند سے دولھن کو بیاہ لائے یہ جانی ۔ اسدن کے لئے منتین کیا کیا نہین مانی

اس لال کی دنیا مین سدا جلوہ گری رکھ
ہین کوکھ جلی ہون تو مری گود بھری رکھ

المنتہ للہ کہ تر و تازہ ہے گلزار ۔ الشکر کہ شاداب ہوا چہرۂ گلنار
الفضل کہ سرسبز ہوا سبزۂ رخسار ۔ حسنت لولی نخل جوانی ہوا پربار

پھر وہان جڑھا لال گیا فضل خدا نے
بر لایا تمنائے دلی نخل دعا نے

سلطانِ سلاطین ہے اور مالک اقلیم
پھر مرجعِ خلق اللہ ہے اور قابل تسلیم

زیب سند وا ورنگ ہے اور زینت دیہیم
ذیعزت و توقیر ہے اور واجبِ تعظیم

کیا غم ہو کہ دولت مین ہی قارون کی ہمسر
حشمت مین سلیمان ہے تو شوکت مین سکندر

اسباب طرب عیش و نشاط انکے لئے تھا
پیراہن بہجت و بساط انکے لئے تھا

نغمہ دف و چنگ و رباط انکے لئے تہا
ہر موسم و ماہ نشاط انکے لئے تہا

ہر جشن خوشی عشرت جمشید ہوا تھا
ہر رات شب قدر تھی دن عید ہوا تھا

تھی بزم نشاط آرا جوان مہوش و گلفام
شوریدہ سر آوارہ دو ارغنہ و بدنام

سرشار مئے مست تو شیدائے دلآرام
جز بادہ پرستی کے نہین انکو کوی کام

ہر سر مین خموشی تھی ہر اک تان نہاد ہوش
حاضر کی یہہ حالت تھی کہ غائب تھی فراموش

جز بادہ کشی اون کو نہ تھا شغل کوئی اور ‏— کرتے تھے مے ناب کا احباب ہان دور
خدمت نہ اونہین آج کا فردا پہ نہ کچھ غور ‏— مجنون کی سی حالت تھی او دیوانو کی تھی طور

جس دوش پہ شیطان ہو اُسی گوش نہین ہے
کیا پند سنے وہ کہ جسے ہوش نہین ہے

کہتا تھا نصیحت کی اگر کوئی نمکخوار ‏— ہو جاتے تھے اوس یار کی صورت سے بیزار
ہوتا تھا وہ زندان عقوبت مین گرفتار ‏— محبوس حرم ہوتے تھے لٹ جاتا تھا گہر بار

سب ہین زن و فرزند مسلسل بہ سلاسل
اک بات تھی کیا کہ قیامت ہوئی نازل

اوس ناصح مشفق کی فضیحت کی سراسر ‏— محبوس ہو سب زن و فرزند و برادر
سب بے پرشش احوال ہوے قتل وہ یکسر ‏— اس جرم مین ڈہیلا رہا گہر کی جگہ پر

اوس تلخ نصیحت سے غضب گہیر لیا تھا
کج فہم نے اوس جا پہ ہل پہیر دیا تھا

مشغول رہا کرتے تھے عیش و طرب مین ‏— بڑہتا تھا قدم روز وہ حرص طلب مین

ناگاہ گرفتار ہوئے قہر و غضب مین
واژون ہوا بخت پھنسے جال و قلب مین

غفلت مین اجل آ کھڑی از خود ہوئی رفتہ
لے آئی بقا تا بہ فنا دست گرفتہ

ناگاہ قضا آ کے ہوئی اونکی گلوگیر
تدبیر و علاج اور دوا نے نکی تاثیر

تشخیص جہانتک کی اولٹی ہوئی تدبیر
پُر خشم و غضب موت نے اوس وقت کی تقریر

وہ شوکت و حشمت ہے کہان آج او بدخو
کان ہین جو گراتے تھے بیبنی پہ لہو کو

وہ جاہ و حشم اور وہ لشکر ہی کہان آج
وہ تاج و نگین خلعت پر زر ہی کہان آج

وہ ملک کدہر ہین وہ منظر ہی کہان آج
کیا ہو گئی وہ زینت و سرور ہی کہان آج

کل مالک اقلیم تھا اور شاہ زمن کا
صد حیف کہ وہ آج ہی محتاج کفن کا

بس عالم تمثال ہے اب لکھ چکا امثال
دکھلا دیا اسمین و ہر ایک آشوب کی سب چال

ہر عالم تمثال ہین ہین بن گیا تمثال
اللہ کرے خیر کہ ابتر ہے مرا حال

قابو مین نہ دل ہی نہ زبان ہے مرے بس مین
آیا ہے بڑہاپا مجہے تئیس ۲۳ برس مین

اندام مین رعشہ ہے لرزتا ہی بڑہاپا
ڈہل ڈہل کے بہا جاتا ہی اب خون جگر کا
موہہ بالا و سر گالا ذرا دیکہو تماشا
اکسان مجہے آیا ہے جوانی و بڑہاپا

واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب طبع کیگئی مطبع عزیز دکن کی ہی لہذا مہر مطبع کی ثبت کیگئے ۔

اب شمسہ کچہہ جینے کے آثار نہین ہین
ظاہر ہے کہ یہ بچنے کے اطوار نہین ہین

تتمہ

الحمد للہ والمنہ درین ایام فرخندہ فرجام کتاب لاجواب از تصنیف منیف طوطی شکرستان بلاغت و عندلیب گلستان فصاحت اعنی جناب معلی القاب مولوی شفقت حسین عرف ابو المحاسن متخلص شمسی ادام اللہ فیضہ ۔ مسمی بریاض شمسی از اہتمام خادم العلما ناچیز جہان محمد علیخان ۔ در مطبع عزیز دکن واقع چہتہ نواب مختار الملک مرحوم مطبوع گردید ۔

Cultural Academy